© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

گذشتہ ماہ جون میں قومی یک جہتی کونسل کا اجلاس بڑی دھوم دھام سے سرینگر میں منعقد ہوا۔ اس میں تین سب کمیٹیوں کی رپورٹ پر غور و خوض کیا گیا۔ بحث مباحثہ اور تبادلۂ افکار و آراء ہوا۔ اور اس کے بعد ایک قرارداد مقاصد کے ساتھ چند عملی تجاویز منظور کی گئیں۔ اس کانفرنس کی کارروائی اور اُس کی تجاویز پر ملک اور بیرون ملک کے اخبارات و رسائل میں مختلف تبصرے ہو رہے ہیں اور ان سب کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ انھیں کانفرنس کے عملاً نتیجہ خیز ہونے کی کچھ زیادہ امید نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں مسٹر جے پرکاش نرائن نے جنھوں نے وزیر اعظم کے اصرار اور دعوت نامہ کے باوجود کانفرنس میں شرکت نہیں کی۔ اولاً ایک اخباری بیان میں اور ثانیاً بجواب دعوت نامہ وزیر اعظم کے نام اپنے خط میں جو کچھ کہا اور لکھا ہے ہمارے نزدیک وہ اس درجہ صحیح اور مبنی بر حقیقت ہے کہ کانفرنس پر اس سے بہتر تبصرہ نہیں ہو سکتا۔ اُنھوں نے کہا ہے کہ ضرورت بحث و گفتگو اور افہام و تفہیم کی نہیں ہے بلکہ عمل کی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے، دنیا جہان کو معلوم ہے کہ مجرم کون ہے؟ جرم کی نوعیت اور اُس کے طور طریقے کیا ہوتے ہیں؟ مظلوم کون ہیں؟ اور اُن کی مظلومیت کس درجہ کی ہے؟ اس جرم پر کس طرح پردہ ڈالا جاتا ہے اور اُلٹے مظلوموں کی ہی کس طرح دار و گیر ہوتی ہے؟ یہ سب باتیں روز روشن کی طرح گورنمنٹ کے علم میں ہیں۔ پھر دستور اور اُس کے ماتحت امن و امان قائم رکھنے اور مفسدوں کو سزا دینے کے سلسلہ میں گورنمنٹ کے اختیارات بھی بالکل واضح اور غیر مبہم ہیں۔ لہٰذا جب یہ سب کچھ تھا تو پھر کانفرنس کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور اگر تھی بھی تو اس میں مسلم جماعتوں اور دوسرے اقلیتی فرقوں کی نمائندگی ہونی ضروری تھی۔ کیونکہ ایک مظلوم اپنی داستان جس طرح بیان کر سکتا ہے کوئی دوسرا بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن ایسا غالباً اس لئے نہیں کیا گیا کہ خود حکومت کے دل میں چور تھا وہ جانتی تھی کہ یہ لوگ کانفرنس میں شریک ہوں گے تو سب کے چہرہ سے نقاب اُٹھ جائے گی اور دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ آج جو فریادرسی کی کرسی بچھا کر بیٹھے ہیں درحقیقت سب سے بڑے مجرم ہیں۔

پھر یہ بات آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ فرقہ وارانہ فسادات کا تعلق قومی یک جہتی کے

© rasailojaraid.com

ساتھ کیا ہے؟ فسادات خواہ فرقہ وارانہ ہوں یا غیر فرقہ وارانہ! بہرحال وہ امن وامان اور لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہیں، اُن کا تدارک قانون اور طاقت سے ہی ہو سکتا ہے اور یہ دونوں چیزیں پہلے سے حکومت کے پاس موجود ہیں۔ اگر بیس برس سے یہ فسادات برابر ہو رہے ہیں اور روز افزوں زیادتی اور شدّت کے ساتھ تو اُس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قومی یک جہتی مفقود ہے، بلکہ وجہ یہ ہے کہ ان فسادات کو روکنے اور ختم کرنے کے لئے قانون اور حکومت کو اپنی طاقت کا جو استعمال کرنا چاہیئے تھا وہ اُس نے نہیں کیا۔

مانا کہ فسادات سیاسی پارٹیاں یا فرقہ پرست جماعتیں کراتی ہیں، لیکن یہ جماعتیں تو کبھی اپنی حرکت سے باز نہ آئیں گی۔ اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں حکومت یا ایڈمنسٹریشن کا فرض کیا ہے؟ جیسا کہ نائب وزیر اعظم نے کانفرنس میں کہا، حکومت کے لئے صرف دو ہی راستے ہیں، یا وہ ان فسادات کا خاتمہ کر کے اپنا فرض منصبی ادا کرے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتی ہے تو مستعفی ہو جائے۔ اور اگر وہ نہ یہ کرتی ہے اور نہ وہ، بلکہ قومی یک جہتی کونسل جیسی چیزوں کا ڈھونگ رچاتی ہے تو اُس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ خود حکومت کا دماغ اس معاملہ میں صاف نہیں ہے اور وہ یہ سب کچھ بین الاقوامی دنیا کی نظروں میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کی غرض سے کر رہی ہے اور جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں جب تک حکومت کا ضمیر گاندھی جی کی طرح بیدار اور دماغ صاف نہیں ہوگا اور وہ ہر نتیجہ سے بے نیاز اور بے پروا ہو کر قانون کا منشا پورا کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوگی، اس طرح کی ہزار کانفرنسیں ہوا کریں، فسادات کا کوئی انسداد نہیں ہوگا، نہیں ہوگا اور ہرگز نہیں ہوگا۔

افسوس ہے کہ گذشتہ مئی میں اُردو کے مشہور شاعر پرویز شاہدی کلکتہ میں انتقال کر گئے۔ عمر ۵۷ برس کی پائی۔ اصل نام محمد اکرام حسین تھا۔ نسباً سیّد تھے، وطن پٹنہ تھا اور سنہ ۱۹۱۰ء میں وہیں پیدا ہوئے تھے، اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ایم۔ اے کیا تھا، اسی زمانہ میں کسی جذباتی صدمے سے دوچار ہوئے اور کلکتہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اور بارہ تیرہ برس سے کلکتہ یونیورسٹی میں ...... اُردو کے لکچرر تھے اور اُن کی وجہ سے اس شعبہ میں جیسے زندگی کی نئی روح پیدا ہوگئی تھی، شعر گوئی کا ملکہ فطری تھا۔ چنانچہ اُن کے ساتھیوں کا بیان ہے کہ دس برس کی عمر سے ہی شعر کہنے لگے اور مشاعروں میں شرکت کرنے لگے تھے۔ انھیں قدرت تو دونوں پر تھی لیکن ان کو فطری مناسبت بہ نسبت نظم کے غزل سے زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ اُن کی نظم بھی غزل کا آہنگ رکھتی تھی۔ اپنی عمر اور شاعری دونوں کے عہد شباب میں "ترقی پسند" ہو گئے تھے لیکن چونکہ طبیعت میں سلامتی اور ذوق میں استواری تھی اس لئے اُن کی "ترقی پسندی" صرف افکار تک محدود رہی۔ شاعری اور خصوصاً غزل کی قدیم